

# وجود باری: ذہنی ارتقاء کی ایجاد

(از ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب ایم اے پی ایچ ڈی۔ حیدرآباد دکن)

یہ ایک مسئلہ حقیقت ہے کہ جب انسان کو کسی چیز کی حقیقت یا اس کے اسباب و محرکات کی کچھ معلوم نہ ہو تو وہ اس کے بارے میں قیاس آرائی شروع کر دیتا ہے۔ اور اپنی عقل سے اس قیاس کو معقولیت کا جامہ پہنانے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے اس قیاس کو یقین باور کرنے پر اصرار بھی کرتا ہے اور جو شخص اس کے ایجاد کردہ قیاسی نظریہ کے خلاف لب کشائی کرتا ہے تو اسے نادانی یا کم عقلی سے تعبیر کرتا ہے یہی حال آج کل ان کے گورنمنٹ نام نہاد فلاسفوں کا ہے جو سنتی باری تعالیٰ کو بھی ارتقاء ذہنی کا نتیجہ بتاتے ہیں اور پھر لطف یہ ہے کہ اس بارہ میں ان کا کوئی متفقہ خیال نظر نہیں آتا۔ بلکہ وہ مختلف قیاسات دہراتے ہیں۔ گو یہ قیاسات اصولاً تو متفق نظر آتے ہیں کہ وجود باری کا یہ مسئلہ ذہنی ارتقاء کا نتیجہ ہے مگر ارتقائی زاویہ فکر یعنی اس ترقی کے اسباب و منازل کی تفصیلات بالکل مختلف بلکہ بعض اوقات متخالف نظر آتی ہیں۔ اس لیے اس کی جزئیات پر الگ الگ جرح تو محال ہے۔ البتہ اجمالاً اسوئی طور پر اس نظریہ کی تنبیط کے لیے مندرجہ ذیل دلائل کافی ہیں:-

مسئلہ ارتقاء میں توسیع | اس سے پہلے میں ان ارتقاء والوں کی ایک لغزش کی طرف توجیہ دلانا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ اول اول اس مسئلہ کو حیوانات کی مختلف انواع تک محدود رکھا گیا کہ یہ چیزیں اپنی ادنیٰ حالتوں سے ترقی پا کر موجودہ صورتیں اختیار کیے ہوئے ہیں۔ مگر رفتہ رفتہ یہ ایک وسیع مسئلہ بن گیا۔ اور یہاں تک اس کو بڑھایا گیا کہ انسانی تاریخ و خیالات۔ توہمات و عقائد سب کے سب ارتقاء کے ماتحت سمجھے جانے لگے۔ اور اسی طرح وجود باری کے عقیدہ کی توجیہ بھی مسئلہ ارتقاء کے تحت ہونے لگی۔ ارتقاء کے تین نظریات | چنانچہ بعض کا یہ نظریہ ہے کہ وجود باری انسان کے جذبہ خوف کی ایجاد ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب انسان میں شعور پیدا ہوا تو اس نے اپنے ارد گرد ایک خوفناک ماحول پایا۔ ایک ایسا

پڑھوں نیچر کہ مثلاً خونخوار درندے۔ خطرناک و بائیں اور قدرتی قحط۔ زلزلہ اور اسی طرح وہ فوق الفہم اور حیرت زان نظام شمسی جس نے انسان کے اندر حیرت و خوف کے جذبات پیدا کر دیئے۔ اور ظاہر ہے کہ انسان ہمیشہ حیرت و خوف کے جذبات میں گھر کر زندگی بسر نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے اپنی ڈھارس و پناہ سکون و اطمینان کے لیے اس کے نفس نے یہ تجویز کی کہ ان خوفناک اور ڈراؤنی اشیاء کو بجا حیرت و خوشامد کے ذریعہ راضی کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے ان کی پوجا شروع کر دی۔

اور پھر جوں جوں اس کا شعور ترقی کرتا گیا اور ذہنی رفعت اس کو حاصل ہوتی گئی۔ اسی نسبت سے وہ اپنے قدرتی جذبہ خوف سے پناہ ڈھونڈتا ڈھونڈتا ایک ایسے خدا کا قائل ہو گیا جو تمام طاقتوں کا مالک ہے!

اسی طرح ماہر نفسیات پر وفسر فرائیڈ کا ذہنی اختراع یہ ہے کہ چونکہ انسانی فطرت کی بنیاد نفسانیت و شہوت پر ہے اور ہر شخص اس دنیا میں آزادانہ طور پر ان خواہشات کو پورا نہیں کر سکتا اور جب دیر افراد کی خواہش ملکر اجاڑے تو لڑائی کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے وہ ان خواہشات کی تکمیل صرف ایک ہی صورت میں کر سکتے تھے کہ جب افراد حتی الوسع ایک دوسرے سے امن میں رہتے ہوں اور امن کے لیے یہ امر ناگزیر ہے کہ انسان اپنی خواہشات کو دوسرے کے لیے قربان کر دے اور یہ قربانی بھی اس وقت تک مجال ہے۔ جب تک کہ اس کا معاوضہ ہو سکیں چونکہ دنیا میں انسانی قربانی کا کوئی حقیقی معاوضہ نہ مل سکتا تھا اس لیے اس نے ایک خیالی معاوضہ (خدا) تجویز کیا اور یہی خیالی معاوضہ ارتقائی مناد ملے کر بنا ہوا موجودہ صورت کو پہنچا۔

اس سلسلہ میں تیسرا نظریہ ماہرین اقتصادیات کی ایجاد ہے جو موجودہ تمدن سے سخت متنفر ہیں اور اس کی بنیادوں کو ہلا دینا چاہتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ دردِ باری و اصل امر اور غرباء کی تمدنی کشمکش کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ ایک امیر اپنی امارت میں استقلال کے لیے یہی چاہتا ہے کہ غریب ہوشیار ہو کر اپنی حالت کو نہ بدلیں اور غرباء کو غافل رکھنے کے لیے ضروری ہوا کہ ان کے دل میں خیال

بٹھا دیا جائے کہ :-

غربت و امارت وغیرہ امور مقدور سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک نگران خدا ہے جو خوب جانتا ہے کہ نظام عالم کو چلانے کے لیے دولت کی تقسیم کس طرح ہونی چاہیے۔ اس نے امیر و غریب میں تقسیم کر رکھی ہے اور اسی تقسیم پر ہر انسان کو قانع رہنا چاہیے۔ پس عدم مساوات کو قائم رکھنے اور امیر و غریب کی تفریق کے استحکام کی خاطر غرباء کو غافل رکھنے کے لیے امرانے وجود باری کا یہ عقیدہ تجویز کیا ہے اور ابتداء یہ صرف خیالی تھا۔ لیکن بعد میں رفتہ رفتہ عادتاً و حقیقتاً انسانوں میں رائج ہو گیا۔

قیاسی نظریے | مندرجہ بالا تینوں نظریات پر یکجا ٹی نظر ڈالنے کے بعد ناظرین نے محسوس کیا ہو گا کہ یہ صرف قیاسی نظریے ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک شخص رات کے ایک دو بجے گلی سے گزر رہا ہو تو اس کے بارہ میں یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ وہ کوئی ڈاکٹر ہے۔ یا سی۔ آئی۔ ڈی پولیس کا آدمی ہے۔ اور یہ بھی کہ وہ کوئی ایسا مریض ہو جو نیند کی حالت میں چہنا شروع کر دیتا ہے یا ممکن ہے وہ کوئی ایسا شخص ہو جو گھر میں مریض کی حالت ناگفتہ بہ دیکھ کر ٹاکٹر کی امداد طلب کرنے جا رہا ہو۔ غرض مختلف قیاسات قائم کر کے بعض عقلی ثبوت بھی پیش کیے جا سکتے ہیں اسی طرح ان ارتقا والوں نے اپنے نظریات و قیاسات کے ثابت کرنے کے لیے ان لوگوں کے حالات زندگی سے استدلال کیا ہے جن کا مذہب ایک مسخ شدہ حالت میں ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک بگڑے ہوئے مذہب پر قیاس آرائی شروع کر دی جائے تو اس سے غلط نتائج اور فاحش نظریات ہی قائم کیے جا سکتے ہیں۔

اور یہی ان کی بنیادی لغزش ہے !

ہاں اگر وہ اپنے نظریات کو انبیاء کرام کی زندگیوں پر چسپاں کر کے دکھلانے جو دراصل مذہب کے بانی ہیں تو ایک حد تک قابل قبول ہوتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اور اسی بنیادی غلطی کے باعث ان کے نظریات و قیاسات محض خیالی آرائی ہی ثابت ہوتے ہیں۔ اب میں اس اصولی غلطی سے آگاہ کرنے کے بعد مندرجہ بالا ہر سہ قیاسات پر الگ الگ مگر اجمالاً تنقیدی نظر ڈالوں گا۔

وجود باری اور خوف | جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہستی باری کا وجود جذبہ خوف و حیرت کا نتیجہ ہے۔ اس لیے صحیح نہیں کہ اگر وجود باری کا عقیدہ خوف و حیرت کا نتیجہ ہوتا تو اس عقیدہ کے بانی انبیاء سے زیادہ بزدل ہوتے اور دنیا کی مادی قوتوں سے خوف کھاتے۔ لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ وہ اس عقیدہ کی تبلیغ و تلقین اور اس کے قیام کے سلسلہ میں اپنی جان و آبرو کو خطرہ میں ڈالتے رہے ہیں اور دنیا کا کوئی خطرہ اور دنیا کا کوئی خوف ان کے پائے استقلال کو متزلزل نہ کر سکا۔ اور اسی طرح اگرچہ عقیدہ مختلف اور ہام کی ایجاد ہے تو انبیاء کرام کو سب سے زیادہ توہمات میں گرفتار ہونا چاہیے اور سب سے زیادہ شکوک و شبہات کا شکار بننا چاہیے تھا۔

مگر اس کے برعکس اشد ترین مخالف اور مذہب کا انکار کرنے والے بھی اس بات کی شہادت دیتے ہیں، کہ ان کی زندگی حق الیقین کے اس بلند و بالا اور مستحکم چٹان پر قائم رہتی ہے جس سے دنیا بھر کی محبتیں سارے خوف اور اوہام، ہلکرا کر پاش پاش ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر یہ عقیدہ خوف کا لازمہ تھا تو پھر عقل یہ کہتی ہے کہ جوں جوں ہم کسی نبی کے قریب زمانہ کی طرف قدم بڑھاتے جائیں۔ اسی نسبت سے اوہام بڑھتے ہوئے نظر آنے چاہئیں۔ مگر یہ امر واقعہ ہے کہ نبی کے اپنے زمانہ اور نبی کے قریب زمانہ میں توہمات کا نام و نشان نہیں ملتا بلکہ ہوتا یہ ہے کہ جوں جوں ایک نبی کے زمانے سے دور ہوتے جائیں گے اسی قدر توہمات اور شکوک و شبہات میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ مثلاً آج مسلمانوں میں قبر پرستی، پیر پرستی، تعویذ پرستی اور خیر منتر پرستی پائی جاتی ہے۔ اسی طرح دوسرے مذاہب میں شجر پرستی، حجر پرستی، آفتاب پرستی اور ستارہ پرستی وغیرہ غلط اور خلاف مذہب عبادات راج پذیر ہو گئی ہیں تو ایسے مسخ شدہ مذہب اور گم گشتہ راہ اہل مذاہب کے خیالات و عقائد فاسدہ اور اوہام باطلہ سے استدلال کرنا عقل مندی کا مذاق اڑانا ہے اور یہ نتیجہ نکالنا کہ اسی طرح خدا پرستی بھی جذبہ خوف کی ایجاد کردہ ہے قرین انصاف نہیں۔

پس انبیاء جو وجود باری کا عقیدہ دنیا میں پھیلاتے ہیں۔ اگر جذبہ خوف سے متاثر ہو کر اس کی تلقین کرتے ہوتے تو خود بھی بزدل ہوتے اور مختلف اوہام و شکوک و شبہات، توہمات میں

سب سے زیادہ گرفتار ہوتے۔ اور ایسی باتوں کی نشر و اشاعت پر ہی زور دیتے۔ اور پھر ان کے قریب زمانہ میں بھی ایسی باتیں رواج پذیر رہیں مگر واقعات اس کے بالکل برعکس ہیں، نہ نبی کی زندگی ان چیزوں میں بسر ہوتی ہے اور نہ نبی کے فوراً بعد یہ چیزیں نظر آتی ہیں بلکہ جن کے دل مذہب سے برگشتہ ہوتے ہیں۔ وہ ان توہمات میں گرفتار نظر آتے ہیں اور ایسے لوگوں کے طرز عمل سے استدلال کرتے ہوئے وجود باری کو بھی خوف کا نتیجہ قرار دینا انتہائی نادانی ہے۔

فرائیڈ کا نظریہ | اسی طرح یہ قیاس کہ جذباتی کشمکش میں توازن برقرار رکھنے کا علاج اور دوسروں کی خاطر قربانی کرنے کا خیال معاوضہ خدا کی صورت میں تجویز کیا گیا۔ بایں وجہ باطل ہے کہ اگر یہ خیالی درست ہوتا تو سب سے زیادہ انقباض طبیعت اور جذباتی کشمکش انہی لوگوں میں نظر آتی جو وجود باری کے ناشر تھے۔

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ انبیاء میں ان کی عمر کے کسی حصہ میں بھی ایسا انقباض یا ایسی کشمکش پائی جاتی ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ اس کے برعکس نبی اپنے بچپن و جوانی، ادھیڑ عمر اور بڑھاپے میں سکینٹ کی ایک حسین تصویر ہوتے ہیں۔ چنانچہ کسی بھی نبی کی زندگی پر نظر ڈالو۔ سکینٹ ہی سکینٹ پاؤ گے۔ ان کو اپنی خواہشات سے کبھی جنگ نہیں کرنی پڑی۔ اور اگر بالفرض ایک نبی اپنے بڑھاپے میں وجود باری کے عقیدہ میں راسخ ہو کر انقباض طبیعت اور جذباتی کشمکش فرو کر چکا تھا۔ تو کم از کم جوانی میں یہ باتیں اس میں موجود ہوتیں۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوتا، اور اسی طرح وجود باری انقباض و کشمکش جذبات کی ایجاد ہوتا تو ان انبیاء کی تعلیم میں کبھی کوئی ربط و نظام نہ پایا جاتا۔ اور ان کی ساری باتیں مجنونانہ ہوتیں لیکن معاملہ برعکس ہے۔ ان کی تعلیم اور ان کے احکام انتہائی دانائی سے پر ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ دنیا تمدنی و علمی اور سیاسی و معاشی امور میں اپنی ساری دانائی انبیاء سے ہی لیتی ہے۔

عدم مساوات کا نظریہ | اسی طرح ماہرین اقتصادیات کا یہ کہنا کہ وجود باری کا تصور عدم مساوات کو جاری و قائم رکھنے کے لیے معرض وجود میں آیا۔ مذہب پر صریح الزام ہے۔ کاش اگر وہ انبیاء کے حالات زندگی اور مخلوق کے ساتھ ان کے سلوک کو ایک ادنیٰ نظر سے بھی دیکھتے تو کبھی ایسا قیاس نہ کرتے

اور اگر بالفرض ان کا یہ قیاس صحیح ہوتا تو پھر انبیاء کو سب سے زیادہ عدم مساوات کا حامی ہونا چاہیے تھا، کیونکہ وہ اس عقیدہ کے بانی تھے۔ مگر اس کے برعکس وہ عدم مساوات کے خلاف ایک زبردست محاذ قائم کر کے ایک ایسا معاشرہ قائم کر جاتے ہیں جس میں دنیوی ثروت و امارت کو کوئی امتیاز حاصل نہیں ہوتا۔ وہ ایسی تعلیم اور ایسے احکام پیش کرتے ہیں جس کے نتیجے میں امارت و ثروت کو استقلال و دوام حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ اس سلسلہ میں میں انبیاء کی اقتصادی تعلیم سے درگزر کرتے ہوئے اس نظریہ کے قائلین کی توجیہ اسلام کے اقتصادی نظام اور معاشی اصول کی طرف پھیرنا چاہتا ہوں۔ ذرا غور فرمائیے کیا اسلام نے اپنی عبادات اور تہذیب و تمدن سے انبیاء پر قائم نہیں کی؟ کیا اس نے معیار تکریم اور وجہ تفوق امارت و ثروت اور دنیوی جاہ و شہمت کے بجائے تقویٰ و خدا ترسی کو قرار نہیں دیا؟

اسلام میں سود کا امتناع، ایتا زکوٰۃ کا حکم جو دراصل سرمایہ پر مستقل بھاری ٹیکس ہے۔ اور اسی طرح قانون وراثت جو دولت کو صرف ایک شخص کی تجوری میں بند نہیں رکھتا۔ اور اسی طرح نظام صدقہ و خیرات سے متعلق احکام کیا عدم مساوات اور امیر و غریب کی تفریق کو مٹانے کے لیے کامیاب علاج اور لائق تریاق نہیں۔

علاوہ بریں اگر امر ای و مردوباری کے موجد ہوتے تو کیا وجہ ہے کہ جب بھی خدا کی توحید کو قائم کرنے کے لیے کوئی نبی کھڑا ہوتا ہے تو امر ای و سب سے زیادہ اس کی مخالفت پر تل جاتے ہیں اور غرباء اس کی تائید میں پیش پیش رہتے ہیں۔ حالانکہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ جب بھی کوئی خدا منوانے والی تحریک دنیا میں اٹھتی تو تمام امراء کی تائید اس کو حاصل ہونی چاہیے تھی۔ مگر امر واقعہ یہ ہے کہ امراء تو پیچھے رہ جاتے ہیں اور غرباء اس تحریک کی اشاعت میں تن من و حن سب کچھ نچھاور کر دیتے ہیں۔ اور پھر لطف یہ کہ عام طور پر خدا منوانے کے لیے ایک غریب ہی مبعوث ہوتا ہے جس کے پاس کوئی دولت و ثروت عموماً نہیں ہوتی۔ پس ماہرین اقتصادیات کا یہ کہنا کہ عدم مساوات اور امیر و غریب کی تفریق اور اقتصادی برتری کے قیام کی غرض سے امر ای کی طرف سے وجود باری کا عقیدہ معرض وجود میں آیا صرف غلط ہے۔

یہ عقیدہ الہامی ہے | اب آئیے! میں آپ کو بتاؤں کہ یہ عقیدہ دنیا میں کیسے قائم ہوا۔ اور کس کے ذریعہ پھیلا؟ ناظرین نے محسوس کیا ہوگا کہ ان لوگوں کے ہر سہ قیاسات کتنے بوردے اور کزور ہیں جو تبار عنکبوت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ ان کی یہ لہا حاصل کوشش اورد بے جا اصرار ہے کہ وہ اس عقیدہ کو ذہنی ارتقاء کی ایجاد ثابت کرنے کے درپے ہیں۔ اگر وہ قدیم سے قدیم اقوام کے عقائد اور بعد میں آنے والی قوموں کے عقائد کا موازنہ کریں تو ان کو معلوم ہو کہ ان میں کوئی نمایاں فرق نہیں۔ بلکہ ایسی مماثلت نظر آتی ہے جو ایک انسان کو وطمہ حیرت و استعجاب میں ڈالنے کے لیے کافی ہے۔ اور اس مماثل عقیدہ کو سرور و میں بعض مخصوص و معین ہستیوں نے قائم کیا ہے اور انہی پاک ہستیوں کی شہادت و تاثیر سے اس زمانہ کے لوگوں نے اس کو قبول کر لیا تھا۔ اور پھر حیرت یہ کہ ان معین و مخصوص ہستیوں کا زمان و مکان بالکل مختلف۔ ان کی ایک دوسرے سے ملاقات کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔ الا ماشاء اللہ انہوں نے ایک ایسی مماثل اور متوازن تعلیم دنیا کے سلمنے پیش کی جس نے بعد میں چل کر ایک عظیم انقلاب کی صورت اختیار کی۔ ذرا غور فرمائیے کہ کیا کسی ذہنی اختراع سے پیداشدہ عقیدہ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ ہو۔ وہ عظیم انقلاب برپا کر سکتا ہے جو اس تعلیم نے برپا کر کے دکھلا دیا۔

بے شک انبیاء کی تعلیم ایک نئی چیز نظر آتی ہے مگر ان معنوں میں نہیں جس کو ہم ذہنی اختراع سے تعبیر کر سکیں۔ دنیا میں کوئی فلاسفر ایسے گزرے ہیں۔ اور اب بھی موجود ہیں جو اپنے ذہن سے کئی نئے خیال پیدا کرتے ہیں اور پھر بعد میں اکثر غلط بھی ثابت ہوتے ہیں مگر کبھی ایسے فلاسفوں کی مخالفت نہیں کی جاتی جو بے سرو پا نظریات قائم کرتے ہیں اور اگر مخالفت کی بھی جاتی ہے تو نہایت معمولی لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ انبیاء جو عقیدہ دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں اس کی کتنی شدید مخالفت کی جاتی ہے۔ چھوٹا بڑا اور اپنا پرا یا سبھی اس کی مخالفت پرتل جاتے ہیں۔ اور انہی مخالف حالات میں کامیاب زندگی گزارتے ہوئے اپنا مشن قائم کر جاتے ہیں۔ ہرگز کا خطرناک مقابلہ کیا جاتا رہا ہے۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ ارتقائی اشیاء و خیالات کی بھی کہیں اس درجہ مخالفت کی جاتی ہے؟ ہرگز نہیں! مخالفت تو کجا ان کا احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ چیزیں کب اور کس طرح اور کس کے ذریعہ معرض وجود میں آئیں۔

پس یہ شدید مخالفت خود شہوت ہے اس امر کا کہ اس عقیدہ کے ساتھ ارتقاء کا کوئی تعلق نہیں۔  
 ذہنی ارتقاء نے اس مسئلہ کو ایجا و نہیں کیا بلکہ بذریعہ الہام انسانی ذہن میں اس کو بٹھایا گیا ہے۔ اور یہی  
 وجہ ہے کہ وجود باری کا عقیدہ قدیم سے قدیم اور نئی سے نئی قوم میں پایا جاتا ہے اور پھر من حیث الوجود  
 اس کی ذات و صفات کے بارہ میں یکساں خیال موجود ہے۔ پس یہ ہم آہنگی اور اس عقیدہ کے قیام  
 میں اہمیت کی شدید مخالفت اور ان سے یکساں سلوک اور ان مانا و مفہم اور پاک ہستیوں کی ثقہ شہادت  
 اور اسی قسم کے کئی شواہد و نظائر از قبیل نشانات و پیش گوئیاں مسئلہ وجود باری کے ارتقائی نہ ہونے  
 اور الہامی ہونے پر کافی دلیل ہیں۔

## ترجمان القرآن

### منتصب رسالت نمبر

اس ضخیم نمبر میں مولانا ستید ابوالاعلیٰ مودودی نے منکرین حدیث کے تمام  
 دلائل کا مدلل و منسکت جواب دیا ہے۔ دفتر میں اس کے چند پرچے موجود  
 ہیں۔ مزید مند اصحاب فوری توجہ فرمائیں۔ قیمت فی پرچہ ۳ روپے ۵۰ پیسے  
 دو سے زائد پرچوں کی خریداری پر ۲۵ فیصد رعایت دی جائے گی

یہ ترجمان القرآن - اچھرہ

لاہور